آثار السنن

تعارف * امتیازات * خصوصیات

مضمون نگار

محمد ذیشان صدیق
متخصص فی علوم الحدیث
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

"آثار السنن"

تعارف: امتیازات: خصوصیات

ہندوستان کی علمی تاریخ اسلامیانِ ہند کیلئے ہمیشہ مایہ ناز رہی ہے، یہاں کے علماء و محققین ہر دور میں اپنے علم و فن کا لوہا منواتے چلے آئے ہیں، اور بعثت نبوی کے بعد سے آج تک شاید ہی کوئی صدی ایسی گزری ہو جس میں اس دھرتی کے اہل علم کی شہرت بیرونِ ہند نہ سنی جاتی ہو، چنانچہ "سندھی، دیبلی، بامیانی، ملتانی، لاہوری، بوقانی، ملیباری، سرندیپی، ہندی"، نسبتوں کے حامل درجنوں ایسے علماء، فقہاء، ادباء اور شعراء کا تذکرہ تاریخ کا اہم حصہ ہیں جو کہ نہ صرف ہندوستانی ہیں، بلکہ اسلام کے زمانہ عروج کی اہم شخصیات میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔[۱] دسویں صدی ہجری ہندوستان میں علم حدیث کے عروج کی صدی کہلاتی ہے۔ جب تمام دنیا سے اس علم کا سورج ڈوب رہا تھا اسی گھڑی اس کرہ میں اس کا طلوع ہوا چاہتا تھا، شیخ علی متقیؒ (المتوفی:۹۷۵ھ) اور علامہ طاہر پٹنیؒ (المتوفی:۹۸۶ھ) کی حدیثی خدمات اسی دور کا اہم شاہکار ہیں۔ جن کے بعد مستقل ہر دور میں ان گنت ایسے رجال کار پیدا ہوئے جن کی علم حدیث میں کی گئی کاوشیں تشنگان علوم نبوت کی سیرابی کا سامان مہیا کرتی رہیں گی۔ انہیں میں ایک عظیم نام علامہ ظہیر احسن شوق نیمویؒ کا بھی ہے، جو اپنی کتاب "آثار السنن" کی صورت میں فقہ حنفی سے وابستہ حضرات کیلئے خصوصاً اور علوم حدیث کے طالب علموں کے لئے عموماً ایسا گنجینہ گراں مایہ چھوڑ گئے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں ہمیشہ متاخرین حنفیہ کے چوٹی کے محدثین میں شمار کیا جاتا رہے گا۔ ذیل میں ان کی اسی معروف زمانہ کتاب "آثار السنن" کے حوالہ سے کچھ معروضات پیش کرنی ہیں۔ مگر اس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف علامہ نیمویؒ کا بھی مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

نام و نسب:

---

(۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "رجال السند والہند" مؤلفہ قاضی اطہر مبارکپوریؒ (المتوفی:۱۴۱۷ھ)

آپ کا نام محمد، کنیت ابو الخیر، تعارف ظہیر احسن، اور تخلص "شوق نیموی" ہے۔ اور صدیقی النسب ہیں، نسب نامہ یوں ہے: محمد بن سبحان علی بن دھومن بن فتح علی بن محمد وزیر رحمہ اللہ۔ ہندوستان کے صوبہ بہار کے ایک گاؤں "نیمی" میں آپ رہتے تھے، جس کی طرف نسبت کرکے نیموی کہا جاتا ہے۔(١)

پیدائش اور طلب علم:

آپ کی پیدائش سنہ ١٢٧٨ھ میں اپنی خالہ کے گھر صالح پور میں ہوئی، اور جب عمر مبارک چھ برس ہوئی تو اپنے والد بزرگوار شیخ سبحان علی سے عربی کی اور شاہ دیدار علی سے فارسی کی ابتدائی کتب کی تعلیم شروع کی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد عظیم آباد جاکر عربی کی اعلی تعلیم کیلئے محدث سعید حسرت عظیم آبادیؒ (المتوفی: ١٣٠٤ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ اور پھر چار سال تک علم کی تحصیل کی خاطر غازی پور میں رہے۔ تقریبا ١٣٠٠ھ میں لکھنؤ کا سفر کیا جہاں پانچ سال تک مختلف علمائے کرام اور بالخصوص علامہ عبد الحی لکھنویؒ (المتوفی: ١٣٠٤ھ) کی خدمت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ اور سنہ ١٣٠٥ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ:

اساتذہ میں آپ کے والد گرامی شیخ سبحان علیؒ، محدث شیخ سعید حسرت عظیم آبادیؒ، شاہ دیدار علیؒ، اور محدث کبیر علامہ عبد الحی لکھنویؒ خصوصی طور پر شامل ہیں۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں کئی ایک نامور اہل علم شامل ہیں جن میں حکیم عبد الحق، منشی محمد بشیر، سید عبد العزیز راغب، امیر الحسن شاغل، سید تفضل حسین طالب، عبد الحق عرشی، زبیر دہلوی اور مولانا ابو الکلام آزادؒ قابل ذکر ہیں۔

علمی مقام:

(١) القول الحسن (ص: ١٦٤، ١٦٥)، ط: مطبع نامی، لکھنو۔

علامہ نیمویؒ نے فقط چوالیس برس کی عمر پائی، اپنی اس مختصر سی عمر میں علم و تحقیق کے میدان میں وہ جوہر دکھائے کہ اس زمانہ کی چوٹی کی شخصیات بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں، امام حریت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (۱۳۳۹ھ) نے مؤلف کے محدثانہ مقام کو یوں اجاگر کیا ہے:

"علامہ نیمویؒ علم حدیث میں اپنے استاد علامہ عبد الحی لکھنویؒ سے فائق ہیں"۔ (۱)

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ (المتوفی: ۱۳۵۲ھ) مولانا نیموی کی تحقیقات سے بے حد متاثر تھے، آپ نے نیمویؒ کی شان میں دو قصیدے بھی کہے، جو اپنی جگہ عربی ادب کا شاہکار ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رويت وطبت نفسي في ارتواء *وعدت فأزدري ما السمـــاء

بحبي ذا المناقب والمعـــالي *شريف المجد غطريف العلاء

كريم الخلق محمود السجايا *خليقا للمحـــامد والثنــــاء

وحيد العصر محسود النديد *سديد القول في حسن الصفاء

رفيع القدر ذو القدر الرفيع*بإعلال الرواية وانتقــــــاء

ظهير الحق مولانا الظهـير *أضاء الأرض في نور اهتداء

ولا تسطيع أنور مدح فضله *مرام ذاك في غير الرجـــاء

فمد له الإله ظليل ظـــل *وجـــازاه بخير من جزاء

ترجمہ: (علامہ نیموی کے فیوضات سے) میں سیراب ہو گیا، اور جان سیرابی سے پاکیزہ ہو گئی، اب (ان کی مدح کا حق ادا کرنا) یوں گویا آسمان کے پانی (بارش) کی توہین کر رہا ہوں۔

خوبیوں والے اعلی مرتبہ والے، بلند مرتبہ لوگوں کے سردار، اور بلندیوں کے بڑے کی محبت کی وجہ سے۔

معزز، بااخلاق، خوبیوں اور تعریفوں کے مستحق ہیں۔

(۱) القول الحسن (ص: ۱۵۰)۔

وہ یکتائے زمانہ ہمسروں میں قابل رشک، قول کے پختہ، صاف گو ہیں۔
روایات کے نکات اور تحقیق میں نہ صرف بلند مرتبہ ہیں، بلند مرتبہ ہونے کے ہی لائق ہیں۔
مولانا ظہیر حسن حق کے مدگار ہیں، ان کی راہنمائی نے روئے زمین کو روشن کر دیا۔
ان کے مقام کی تعریف انور کے بس میں نہیں، ان کی تعریف کرنا حقیقت کے بجائے محض باتیں ہیں۔
پس ان کے عظیم الشان فیض کو اللہ بڑھاتا ہی رہے، اور اپنے انعامات میں سے بہترین انعام سے انہیں نوازے۔

حکیم مولانا عبد الحی لکھنویؒ (المتوفی: ۱۳۴۱ھ) مؤلف کی علمی شان کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> وكان عالي الكعب، واسع الاطلاع دقيق النظر في الحديث والرجال ونقد الحديث ومعرفة علله وطبقاته.
>
> "شوق نیموی عالی شان، وسیع الاطلاع، اور حدیث، رجال، طبقات، نقد حدیث اور معرفت علل میں نہایت دقیقہ رس تھے"۔

تالیفات:

مؤلف کے قلم سے دو درجن کے لگ بھگ کتابیں منظر عام پر آئیں، جن کے نام درج ذیل ہیں :

۱۔ وسیلۃ العقبی، ۲۔ تبیان التحقیق، ۳۔ الدرۃ الغرۃ فی وضع الیدین علی الصدر و تحت السرۃ، ۴۔ مقالہ کاملہ، ۵۔ جامع الآثار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار، ۶۔ جلاء العین فی رفع الیدین، ۷۔ حبل المتین، ۸۔ رد السکین، ۹۔ اوشحۃ الجید فی اثبات التقلید، ۱۰۔ تبصرۃ الانظار فی رد تنویر ابصار، ۱۱۔ لامع الانوار فی نظر المختار، ۱۲۔ تذئیل، ۱۳۔ المجلی فی رد قول المحلی، ۱۴۔ آثار السنن، ۱۵۔ دیوان شوق، ۱۶۔ نغمہ راز، ۱۷۔ سوز و گداز، ۱۸۔ ازاحۃ الاغلاط، ۱۹۔ سرمہء تحقیق، ۲۰۔ اصلاح، ۲۱۔ یادگار وطن، ۲۲۔ سیر بنگال۔

وفات:

علامہ نیموی اپنی زندگی کی چوالیس بہاریں ہی دیکھ سکے اور ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ ۱۳۲۲ھ، بمطابق ۱۹۰۴ء میں عظیم آباد میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالی۔

آثار السنن کی وجہ تالیف:

مذہب حنفی کو روز اول ہی سے مخالفت حدیث اور حدیث پر قیاس کو مقدم کرنے کا طعنہ دیا جاتا رہا ہے، اور احناف بھی شروع ہی سے ان اعتراضات کا دفعیہ کر کے اپنے موقف کی علمی بنیادوں کا ثبوت دیتے رہے ہیں، مگر بر صغیر کے حنفی مسلمان تیرہویں صدی سے قبل اس جیسی کسی خاص آزمائش کا سامنا کرتے دکھائی نہیں دیتے، تیرہویں صدی کے وسط سے کچھ لوگوں کی جانب سے اس قسم کے اعتراضات کو سامنے لا کر فقہ حنفی کو مخالف حدیث ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور ائمہ کی تقلید کو باعث عیب گردانا جاتا ہے، علامہ عبد الحی لکھنویؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ (المتوفی: ۱۳۰۷ھ) کے تحریری مناظرے اسی پس منظر میں ہوئے جو کہ ہندوستان کی علمی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود حنفی لیٹریچر میں اب تک بلوغ المرام، عمدۃ الاحکام یا منتقی الاخبار جیسی قابل درس کوئی کتاب موجود نہیں تھی، جو مختصر ہونے کے ساتھ اپنے مذہب کے اختلافی مسائل میں کافی وشافی دلائل پر مشتمل بھی ہو، اور بیک وقت مبتدی و منتہی دونوں کے لئے یکساں مفید بھی، مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کی درج ذیل عبارت اسی پس منظر کی طرف اشارہ کرتی ہے:

> "یہ تو ظاہر ہے کہ حدیث میں پہلے بلوغ المرام یا مشکوۃ شریف پڑھائی جاتی ہے، اور ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے، ان کتابوں میں زیادہ تر وہی حدیثیں ہیں جو مذہب امام شافعی کی مؤید اور مذہب حنفی کے خلاف ہیں۔ بے چارے طلبہ یہ ابتدائی چیزیں پڑھ کر مذہب حنفی سے بدعقیدہ ہو جاتے ہیں، پھر جب صحاح ستہ کی نوبت آتی ہے تو ان کے خیالات اور بھی بدل جاتے ہیں۔ علمائے حنفیہ نے کوئی ایسی کتاب قابل ذکر تالیف ہی نہیں کی کہ جس میں مختلف کتب احادیث کی وہ حدیثیں ہوں جن سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے۔ آخر بے

چارے طلبہ غیر مقلد نہ ہوں تو کیا ہوں، فقیر نے انہیں خیالات سے حدیث شریف میں آثار السنن نامی ایک کتاب تالیف کی ہے"۔ [۱]

زمانہء تالیف:

علامہ شوق نیمویؒ سن ۱۳۰۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور تقریبا ایک سال بعد ہی کتاب کی تالیف کا آغاز فرمایا، جو سن ۱۳۱۳ھ تک برابر جاری رہا، اور سات سال کے عرصہ میں کتاب الطہارۃ سے کتاب الجنائز تک کے حصے کو دو حواشی (التعلیق الحسن و تعلیق التعلیق) سمیت مکمل کر لیا، تقریبا سال تک طباعت کی نوبت نہ آسکی، اور بالآخر ۱۳۱۹ھ میں آثار السنن کا حصہ اول جو ابتداء کتاب الطہارۃ سے باب الصلاۃ بحضرۃ الطعام تک ابواب مشتمل ہے احسن المطابع عظیم آباد سے شائع کیا، اور دوسرا حصہ جو باب ما علی الامام سے لے کر آخر کتاب الجنائز پر محیط ہے کو ۱۳۲۱ھ میں اسی مذکورہ مطبع سے نشر کیا، صاحبزادہ مولانا عبد الرشید فوقانیؒ لکھتے ہیں:

إن النيموي قد شرع في كتابه «آثار السنن في السنة السادسة بعد الألف وثلاث مائة من الهجرة النبوية، بل من قبيلها وفرغ من تحرير آخر أبواب الصلاة من ذلك الكتاب في الثالثة عشر بعد الألف وثلاث مائة. [۲]

آثار السنن اہل علم کی نگاہ میں:

(۱) حکیم مولانا سید عبد الحئی ندویؒ (المتوفی:۱۳۴۱ھ) آثار السنن کے متعلق لکھتے ہیں:

«صنف آثار السنن وهو كتاب نادر غريب، تلقى كتابه آثار السنن وعني به علمـاء هذا الشأن». [۳]

"نیمویؒ نے آثار السنن نامی کتاب تالیف کی، اور یہ نادر و عجیب کتاب ہے، اسے خوب قبولیت حاصل ہوئی، اور محدثین نے اس سے بڑا اعتنا کیا"۔

---

(۱) حاشیہ القول الحسن (ص ۱۴)

(۲) القول الحسن (ص ۱۴)

(۳) نزہۃ الخواطر، (۸/ ۱۲۵۵)، ط: دار ابن حزم، بیروت، لبنان، ۱۴۲۰ھ۔

(۲) محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ (المتوفی: ۱۳۹۷ھ) "مقدمہ الاتحاف لمذہب الاحناف" میں آثار السنن کی وجہ تالیف لکھنے کے بعد اس کی علمی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہیں:

«سماه آثار السنن في جزئين لطيفين ولكنه لم يتم، ثم علق عليه تعليقات متينة من بحث علمي ونقد نزيه، ولا ريب أن الشيخ كان مبتهجا بكتابه معجبا بأسلوبه». [۱]

"علامہ نیمویؒ نے آثار السنن نامی کتاب دو لطیف اجزاء میں تالیف کی، لیکن یہ کتاب پوری نہ ہو سکی، پھر اس پر علمی مباحثوں اور عمدہ نقد پر مشتمل ایک جاندار حاشیہ کا اضافہ بھی کیا" نیز لکھتے ہیں: شیخ کشمیریؒ کو یہ کتاب اور اس کا اسلوب بہت پسند تھا"۔

(۳) مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ (المتوفی: ۱۴۱۲ھ) نے ڈاکٹر عتیق الرحمن صاحب کے نام اپنے ایک خط میں آثار السنن کی اہمیت کو ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے:

"خالص محدثانہ نظر میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلی کتاب لکھی گئی جہاں تک مجھے معلوم ہے "آثار السنن" ہی ہے"۔ [۲]

(۴) مولانا منظور نعمانی صاحبؒ (المتوفی: ۱۴۱۷ھ) نے آثار السنن کے علمی مقام کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محدثانہ طرز پر حنفیت کی تائید میں یہ کتاب ہمارے اس زمانہ کا شاہکار ہے"۔ [۳]

مذکورہ بالا تمام نصوص آثار السنن کے علمی مقام کے ثبوت کے لئے شاہد عدل ہیں، البتہ یہ تمام بھی مجموعی کتاب کے حوالہ سے ہیں، اب ذیل میں آثار السنن کے بارے میں ان اکابر محدثین کی نصوص پیش کی جاتی ہیں جنہوں نے اپنی گراں قدر کتب میں آثار السنن میں علامہ نیموی کی متفرق تحقیقات کی داد دی ہے:

---

(۱) مقدمة البنوري على الإتحاف

(۲) الشیخ ظہیر احسن شوق النیموی حیاتہ و آثارہ فی الحدیث (ص ۲۵۶، ۲۵۷)، مرکز البحوث الاسلامیہ، عظیم آباد پٹنہ۔

(۳) تقدس انور، مقالہ مولانا منظور نعمانی، (ص: ۳۰۸)، ط: شعبہ نشر و اشاعت، احسن العلوم کراچی۔

(۱) شارح ابو داود امام ربانی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (المتوفی: ۱۳۴۶ھ) حدیث ذو الیدین پر بحث کرتے ہوئے آثار السنن کا حوالہ دیتے ہیں:

وقد أتى الشيخ العلامة النيموي في هذه المسألة بكلام مشبع. (۱)

"علامہ شوق نیمویؒ نے حدیث ذوالیدین پر سیر حاصل بحث کی ہے"۔

اسی طرح وتر کے مسئلہ کے متعلق بھی علامہ نیموی کی تحقیق کی ان الفاظ میں داد دی ہے:

والشيخ النيموي أورد بحثه في "آثار السنن" فأوجز وأبلغ وأجاد وأحسن. (۲)

"علامہ نیموی نے وتر کی تعداد کے مسئلہ میں اختصار کے ساتھ نہایت عمدہ بحث کی ہے"۔

(۲) محقق کبیر شارح صحیح مسلم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (المتوفی: ۱۳۶۹ھ) حدیث قلتین و بیر بضاعہ پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما الكلام في حديثي بئر بضاعة والقلتين على طريقة المحدثين فالمقام لا يحتمل هذا التفصيل، وعليك بمراجعة آثار السنن للنيموي وغيره من مظان هذا البحث". (۳)

"رہی بات حدیث بئر بضاعۃ اور حدیث قلتین پر محدثانہ طرز پر کلام کی تو اس کی یہاں (اس کتاب میں) گنجائش نہیں، اس کیلئے علامہ نیموی کی آثار السنن اور اس بحث کے دیگر مظان کی طرف رجوع فرمائیں"

(۳) اسی مقام پر محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانیؒ (المتوفی: ۱۳۹۴ھ) اپنی مبسوط کتاب اعلاء السنن میں رقم طراز ہیں:

---

(۱) بذل المجهود، باب السهو في السجدتين، (۴/۵۹۸)، ط: مرکز الشیخ ابی الحسن علی الندوی، الہند، ۱۴۲۷ھ۔

(۲) بذل المجهود، باب استحباب الوتر، (۶/۹۱)۔

(۳) فتح الملہم، باب کراهة غمس المتوضی یده المشکوک۔۔۔، (۳/۳۸)، ط: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ۔

وأما حديث القلتين فغير ثابت لاضطراب متنه وإسناده، وقد بسط الكلام فيه العلامة النيموي في آثار السنن فمن شاء فليراجعه.(۱)

"رہی بات حدیث قلتین کی تو وہ اپنی سند و متن کے اضطراب کی وجہ سے ثابت نہیں، اور اس پر علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں تفصیل سے کلام کیا ہے، جس کا دل چاہے مراجعت کر لے"۔

(۴) محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اپنی معروف زمانہ شرح معارف السنن میں موقع بموقع علامہ نیموی کی تحقیقات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، چنانچہ نماز قصر کے حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں:

وإن شئت الاستيفاء للأدلة فراجع ... آثار السنن .(۲)

اگر اس مسئلہ میں طرفین کے دلائل کا احاطہ مقصود ہو تو آثار السنن کی طرف مراجعت کیجئے"۔

اور حدیث ذوالیدین پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد استوفى أدلة الفريقين الشيخ ظهير أحسن النيموي في آثار السنن.(۳)

"اس مسئلہ میں علامہ نیموی نے آثار السنن میں طرفین کے دلائل کا احاطہ کیا ہے"۔

ناف کے نیچے یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کے حوالہ سے موصوف کی تحقیقات کو ان الفاظ میں سراہا ہے:

ويكفي ما أفاده مولانا ظهير أحسن في وآثار السنن وتعليقاته.(۴)

---

(۱) إعلاء السنن، باب نجاسة الماء القليل، (۱/۲۷۳)، ط: دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۱ء۔
(۲) معارف السنن، (۴/۴۶۹)، ط: ایچ، ایم، سعید، کراچی، ۱۴۱۳ھ
(۳) معارف السنن، (۳/۵۲۲)۔
(۴) معارف السنن، (۲/۴۳۷)۔

”ہاتھوں کو ناف کے نیچے یا سینے پر باندھنے کے حوالہ سے علامہ نیموی نے آثار السنن
اور اس کے حواشی میں کافی شافی بحث کی ہے“۔

آثار السنن کے متن میں استعمال شدہ اصول حدیث کی اصطلاحات:

آثار السنن کے متن و حواشی میں بکثرت اصول حدیث کی اصطلاحات کا ذکر ہے، جنہیں سمجھے بغیر مؤلف کی تحقیقات سے کماحقہ فائدہ اٹھانا ممکن نہیں، ان تمام اصطلاحات کا احاطہ تو اس مضمون کے اختصار کے پیش نظر مشکل ہے، البتہ کچھ اصطلاحات کی تعریف پیش کر دی جاتی ہے، جن کا متن کتاب میں کثرت سے ذکر ملتا ہے:[۱]

صحیح: حدیث صحیح وہ ہے کہ جس میں پانچ شرائط ہوں: ۱۔ اتصال سند، ۲۔ عدالت رواۃ، ۳۔ ضبط رواۃ، ۴۔ عدم شذوذ، ۵۔ عدم علت

حسن: حدیث حسن وہ ہے جس میں تمام شرائط حدیث صحیح کی ہوں، البتہ اس میں راویوں کا ضبط حدیث صحیح کے مقابلہ میں معمولی کم ہوتا ہے۔

ضعیف: حدیث ضعیف وہ ہے جس میں حدیث صحیح و حسن کے شرائط میں سے کوئی بھی ایک شرط مفقود ہو۔

مرسل: جس میں تابعی، صحابی کا واسطہ حذف کر کے رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کرے۔

مضطرب: جس کے متن یا سند میں ایسا اختلاف پایا جائے جس کی تطبیق ممکن نہ ہو۔

منقطع: جس کی سند میں کوئی ایک راوی ساقط ہو۔

معلول: وہ روایت جس میں ظاہری طور پر کوئی خرابی نہ ہو، البتہ اندرونی طور پر کوئی ایسی علت پائی جائے جس کی بناء پر وہ حدیث درجہ صحت و حسن سے نیچے آجائے۔

شاذ: وہ حدیث ہے جسے ثقہ راوی نقل کرے، اور اپنے سے زیادہ مضبوط راوی کی مخالفت کرے۔

---

(۱) نوٹ: تمام مصطلحات کی تعریفات حافظ ابن حجرؒ کی نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر سے ماخوذ ہیں۔

محفوظ: حدیث شاذ کے مقابل روایت کو محفوظ کہا جاتا ہے۔
منکر: ضعیف راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔
معروف: منکر کے مد مقابل راوی کی روایت کو معروف کہا جاتا ہے۔

اسلوب و منہج:

آثار السنن فقہی احکام پر مشتمل ائمہ حنفیہ کے مستدلات کی جامع کتاب ہے، جو کہ طہارت سے شروع ہو کر کتاب الجنائز پر منتہی ہوتی ہے، کتاب میں مؤلف نے حتی الامکان اختصار کے ساتھ مرفوع روایات جمع کرنے کی کوشش کی ہے، البتہ بعض جگہ مرسل، موقوف اور مقطوع روایات بھی ذکر کی ہیں۔ ہر باب کے تحت کم از کم ایک روایت اور زیادہ سے زیادہ بیس سے بائیس روایات تک بھی درج کی ہیں، متن میں موصوف نے بالترتیب سات چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ راوی حدیث کا تذکرہ: چنانچہ ہر روایت کے شروع میں اس کے نقل کرنے والے راوی کا نام مذکور ہے۔

۲۔ متن حدیث کا تذکرہ:

حدیث کا متن عموما انہیں کتابوں سے نقل کرتے ہیں جن کا حوالہ مخرجین کے بیان میں ہوتا ہے، اور اگر مخرجین کا تذکرہ ان کے ناموں یا القاب کی صراحت کے ساتھ کریں، یعنی "رواہ الجماعۃ یا رواہ الستۃ" جیسی کسی رمز کا استعمال نہ کریں تو ایسی صورت میں ذکر کردہ مخرجین میں سے الفاظ حدیث اول الذکر کے ہوں گے، چنانچہ مؤلف التعلیق الحسن کے خطبہ میں رقم طراز ہیں:

«وإذا عزوت حديثا إلى غير واحد من أصحاب التخريج مصرِّحا بأسمائهم أو ألقابهم .. فاللفظ للأول».[۱]

لیکن اگر مخرجین کے بیان میں رمز مثلا "رواہ الستۃ یا رواہ الجماعۃ یا رواہ الشیخان" کی استعمال کی تو الفاظ حدیث بخاری یا مسلم میں سے کسی ایک کے ہوں گے، اور اگر ان سابقہ تین رموز کے علاوہ کوئی

---

(۱) مقدمہ التعلیق الحسن علی آثار السنن، (ص:۱۶)، ط: مجلیس دعوت و تحقیق اسلامی، کراچی، ۱۴۴۱ھ۔

رمز استعمال کی مثلاً "رواہ الاربعۃ یا رواہ الثلاثۃ" وغیرہ تو الفاظ حدیث بلا تعیین رمز میں مذکور کسی بھی ایک کتاب کے موافق ہوسکتے ہیں، چنانچہ اسی مقدمہ لکھتے ہیں:

«وإذا اكتفيتُ بالعلامة: فإن قلت: «الجماعة» أو «الستة» أو «الشيخان» .. فاللفظ لأحدهما». وإن قلت: غير ذلك من العلامات .. فاللفظ لأحدهم»(۱)

البتہ ایسا بھی کئی بار دیکھنے میں آیا کہ موصوف کے ذکر کردہ الفاظ بیان کردہ مخرجین میں سے کسی کے ہاں بھی بعینہ ویسے نہیں ملے تو ایسے مواقع پر عام طور پر مؤلف کا اعتماد بلوغ المرام، نصب الرایہ، المنتقی، مجمع الزوائد، اوران جیسی دیگر معتمد ثانوی کتب پر ہوتا ہے، بطور مثال ملاحظہ ہو:

"باب الصلاۃ علی الشہداء" کے تحت مؤلف نے ابومالک غفاری سے ایک مرسل روایت نقل کرنے کے بعد ابوداود کی مراسیل کا حوالہ دیا ہے، جبکہ مذکورہ مراسیل میں بعینہ یہ الفاظ موجود نہیں، البتہ نصب الرایہ میں علامہ زیلعی نے اسے بعینہ اسی طرح نقل کیا ہے، امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس موقع پر آثار السنن پر تالیف کردہ اپنے حواشی "الاتحاف لمذہب الاحناف" میں اس جگہ الفاظ حدیث کے موافق مصدر نہ ہونے پر تنبیہ کی ہے، لکھتے ہیں:

«فكأنه تبع في عزو اللفظ للمراسيل للزيلعي»(۲)

"گویا کہ انہوں نے مراسیل کی طرف الفاظ حدیث کی نسبت میں امام زیلعی کی پیروی کی ہے"۔

۳۔ مخرجین حدیث کا ذکر:

حدیث کے متن کے بعد مؤلف مخرجین حدیث کا ذکر کرتے ہیں، اور اس بیان میں انہوں نے دو طریقے اپنائے ہیں، ۱۔ رموز و علامات کے ذریعہ، ۲۔ صراحتاً نام لیکر، مخرجین کے لئے جن علامات کا استعمال کیا ہے، ان کی توضیح مصنف کے بیان سے پیش خدمت ہے:

---

(۱) ایضا

(۲) الاتحاف لمذہب الاحناف، (۲/۱۲۱)، مخطوط۔

"ف «الشيخان» للبخاري ومسلم، و«الثلاثة» لأبي داود والنسائي والترمذي، و«الأربعة» للثلاثة مع ابن ماجه، و«الخمسة» للأربعة مع أحمد، و«الستة» للأربعة مع الشيخين، و«الجماعة» لأصحاب الكتب الستة معه"

"شیخین" سے مراد امام بخاری وامام مسلم، اور "الثلاثۃ" سے مراد امام ابو داود، امام نسائی و امام ترمذی، اور "الاربعۃ" سے مراد سابقہ تین حضرات (ابو داود، نسائی، ترمذی) کے علاوہ امام ابن ماجہ، اور "خمسۃ" سے مراد سابقہ چار حضرات (ابو داود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) سمیت امام احمد بن حنبل، اور "الستۃ" سے مراد امام احمد کے علاوہ تمام مذکور الذکر حضرات (بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)، اور "الجماعۃ" سے مراد ارباب صحاح ستہ بشمول امام احمد رحمہم اللہ تعالی۔

۴۔ حکم حدیث یا حدیث کی اسنادی حیثیت کا بیان:

اگر ذکر کردہ روایت شیخین کے ہاں نہ ہو تو مخرجین کے ذکر کے بعد علامہ نیمویؒ حدیث کے استناد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، چونکہ صحیحین کی صحت محدثین کے ہاں متفق علیہ ہے، اس لئے مؤلف نے ان سے منقول کسی روایت کا ماسوا ایک دو جگہوں کے صرف حوالہ دینے پر ہی اکتفا کیا ہے، اور دیگر حضرات سے منقول روایت کا حکم بیان کرنے میں بھی دو طریقے اختیار کئے ہیں، ۱۔ حکم باحوالہ، ۲۔ حکم بلاحوالہ، پہلی صورت کی مثال جیسے مثلا «صححہ الترمذی»، «صححہ ابن خزیمۃ» یا قال العراقي: «إسناده صحيح» وغیرہ کہہ کر نقل کریں، اس کی مثالیں جابجا کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، جبکہ دوسری صورت جو پہلی کی بنسبت زیادہ ہے، مثلا «حديث صحيح» یا «ضعيف» یا «إسناده صحيح»، «إسناده ضعيف» وغیرہ کہہ کر حدیث کے درجہ کو بیان کریں، اور کسی کا حوالہ متن یا حاشیہ میں کہیں بھی نہ دیں، اس اسلوب پر مؤلف نے مقدمہ التعلیق الحسن میں روشنی ڈالی ہے، لکھتے ہیں:

وإذا عزوت حديثا إلى غير واحد من أصحاب التخريج مصرِّحا بأسمائهم أو ألقابهم .. فاللفظ للأول، وكذلك الحكم بالصحة باعتبار روايته من غير نظرٍ إلى الآخرين. وإذا اكتفيتُ بالعلامة: فإن قلت: «الجماعة» أو «الستة» أو «الشيخان» .. فاللفظ لأحدهما. وإن قلت: غير ذلك من العلامات .. فاللفظ لأحدهم، والحكم بالصحة باعتبار أسانيد

جميعهم أو بعضهم. وأما إذا حكمت بالضعف .. فالحكم باعتبار رواية كل واحد من الذين عزوت الحديث إليهم.

"اگر میں الفاظ حدیث کو مخرجین میں سے کسی کے نام یا لقب سے بصراحت ذکر کروں تو الفاظ ان میں سے اول الذکر کے ہوں گے، اور صحت کا حکم بھی دوسروں سے قطع نظر اسی (پہلے والے کی) روایت کے پیش نظر ہوگا۔۔۔اور اگر 'الستۃ" یا "الجماعۃ" یا "الشیخان" کے علاوہ کوئی رمز (مثلا "الاربعۃ") استعمال کروں تو الفاظ حدیث ان میں کسی بھی ایک کے ہو سکتے ہیں، اور صحت کا حکم کبھی سب کی اسانید کے اعتبار سے ہوگا، اور بعض اوقات ان میں سے کسی ایک ہی کے پیش نظر ہوگا، اور جب اس صورت میں ضعف کا حکم لگاؤں تو یہ حکم مذکور تمام مخرجین میں سے ہر ایک کی روایت کے اعتبار سے ہوگا"۔

«حديث صحيح» اور «إسناده صحيح» میں فرق:

حکم حدیث کے بیان میں آثار لسنن میں دو طرح کی تعبیرات کا استعمال کثرت سے نظر آتا ہے،۱۔ مطلق حدیث پر حکم، ۲۔ حدیث کی سند پر حکم، سابقہ مثالوں سے بھی یہ دو صورتیں سمجھی جاسکتی ہیں، البتہ سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں کے مابین فرق کیا ہے؟ تو اس کا جواب سمجھنے سے پہلے تمہیدا یہ جان لیجئے کہ صحت حدیث کا مدار محدثین کے ہاں پانچ چیزیں ہیں ۱۔ عدالت رواۃ، ۲۔ ضبط رواۃ، ۳۔ اتصال سند، ۴۔ عدم شذوذ، ۵۔ عدم علت پہلی تین چیزوں کا فیصلہ عموما کتب رجال کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے، جبکہ آخری دو امور ایسے ہیں جن کا فیصلہ کرنے کیلئے حدیث کے تمام طرق، متابعات و شواہد کا بالاستیعاب علم ہونے کے ساتھ نقد حدیث میں اعلی درجہ کی لیاقت و حذاقت فن ضروری ہے، جو کہ متقدمین میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی، اسی لئے ان کے ہاں مطلق حدیث پر حکم لگانے والی صورت (جس کیلئے پانچوں شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے) زیادہ پائی جاتی ہے، اور چونکہ اس آخری شرط کو پورا کرنا نہایت مشکل ہے، اسی لئے متاخرین نے متقدمین کے برعکس مطلق حکم بیان کرنے کی بجائے دوسری صورت (سند پر حکم لگانا جو کہ پہلی تین شرطوں کے پیش نظر ممکن ہے) ہی احتیاط کے پیش نظر عموما اختیار کی ہے، ان دونوں صورتوں کا فرق ائمہ فن کی درج ذیل تصریحات سے بھی واضح ہے:

حافظ ابن الصلاح (المتوفی:۶۴۳ھ) رقم طراز ہیں:

« قولهم: «هذا حديث صحيح الإسناد، أو حسن الإسناد» دون قولهم: «هذا حديث صحيح أو حديث حسن»؛ لأنه قد يقال: «هذا حديث صحيح الإسناد». ولا يصح؛ لكونه شاذا أو معللا»[۱]

"محدثین کا قول «هذا حديث صحيح الإسناد، یا حسن الإسناد» یہ «هذا حديث صحيح أو حديث حسن» سے ہٹ کر ہے، اس لئے کہ کبھی حدیث پر صحیح الاسناد کا اطلاق کیا جاتا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شاذ یا معلول ہوتی ہے"۔

معمولی تغیر کے ساتھ یہی الفاظ حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی: ۷۷۴ھ) سے بھی "اختصار علوم الحدیث" میں منقول ہیں، لکھتے ہیں:

«والحكم بالصحة أو الحسن على الإسناد لا يلزم منه الحكم بذلك على المتن، إذ قد يكون شاذاً أو معللاً»[۲]

"سند حدیث پر صحت یا حسن کا حکم لگانے سے متن پر حکم لازم نہیں آتا، اس لئے کہ حدیث کبھی شاذ یا معلول بھی ہوتی ہے"۔

حدیث کے ضعیف ہونے کی صورت میں بعض مرتبہ اسباب ضعف کا بیان:

اگر کسی حدیث پر یا اس کی سند پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں، تو اسباب ضعف کے بیان کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، البتہ متن کتاب میں اس کا تذکرہ کبھی کبھار کرتے ہیں، اور حواشی میں تو بہر صورت (متن میں کوئی ذکر سببِ ضعف کا ہو یا نہ ہو) اس کی تفصیل کا خصوصی التزام کیا ہے، متن میں سبب ضعف کے بیان کی مثال ملاحظہ ہو:

باب ما جاء في تطهير الدباغ میں حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضعف کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

«وهو معلول بالانقطاع والاضطراب».[۳]

---

(۱) مقدمہ ابن الصلاح، النوع الثانی، (۱/ ۳۸)، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

(۲) اختصار علوم الحدیث، النوع الثانی، (۱/ ۴۳)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔

(۳) آثار السنن (ص: ۴۱)، ط: مجلس دعوت و تحقیق اسلامی، کراچی، ۱۴۴۱ھ۔

"اس حدیث میں انقطاع واضطراب کی علت ہے"۔

نیز باب الجهر بالتأمين میں حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا کی روایت پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفيه إسماعيل بن مسلم المكي، وهو ضعيف». [١]

"اس میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی نامی ہے، جو ضعیف ہے"۔

۵۔ حدیث سے ماخوذ کسی فائدہ کا ذکر:

مؤلف نیموی موقع بموقع حدیث سے ماخوذ فقہی فوائد بھی ذکر کرتے ہیں، اس کی مثالیں بھی ملاحظہ ہوں:

باب ترك القنوت في صلاة الفجر میں باب کی روایات درج کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

«تدل الأخبار على أن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه لم يقنتوا في الفجر إلا في النوازل». [٢]

"ذکر کردہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فجر میں فقط قنوت نازلہ ہی پڑھی ہے"۔

نیز باب المواقیت میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

«هذا الحديث يدل على أن الشفق هو البياض، كما ذهب إليه أبو حنيفة». [٣]

---

(١) آثار السنن (ص: ١٤٥)

(٢) آثار السنن (ص ٢٤٦)

(٣) ایضا (ص ٧٢)

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شفق سے مراد شفق ابیض ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے بھی ہے"۔

۶۔ متعارض روایات کے مابین تطبیق کا ذکر: جسے عموما "قال النیموی" کہہ کر شروع کرتے ہیں، اس کا ذکر آیندہ خصوصیات کے مستقل عنوان کے تحت ہو گا۔

۷۔ وفی الباب کی احادیث کی طرف اشارہ مع حکم: جس کا ذکر آیندہ خصوصیات کے مستقل عنوان کے تحت ہو گا۔

آثار السنن کی نمایاں خصوصیات:

- خالص محدثانہ اصولوں پر مبنی کتاب:

فقہ حنفی کی تائید میں تالیف کردہ متاخرین حنفیہ کی تمام کتب میں آثارالسنن ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ خالص محدثانہ اصول و طرز استدلال پر مبنی ہے اور محدثین کے اعتراضات کا جواب انہی کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں پیش کرتی ہے۔ جبکہ دیگر متاخرین ایسی صورت میں اپنے اصولوں کی روشنی ہی میں دلائل کا پیش کرنا اور مخالف کے دلائل کا جواب دینا بھی کافی سمجھتے ہیں۔

(۱) محدث ناقد علامہ زاہد کوثریؒ (المتوفی: ۱۳۷۱ھ) رقم طراز ہیں:

"قد ألف كتابه آثار السنن في جزئين لطيفين وجمع فيهما الأحاديث المتعلقة بالطهارة والصلاة على اختلاف مذاهب الفقهاء، وتكلم على كل حديث منها جرحا وتعديلا على طريقة المحدثين، وأجاد فيها عمل كل الإجادة". [۱]

"انہوں نے اپنی کتاب آثار السنن کو دو حصوں میں تالیف کیا، اور اختلاف مذاہب فقہاء کے ساتھ طہارت اور صلوۃ سے متعلق احادیث کو اس میں جمع کیا، اور تمام احادیث پر محدثانہ طرز پر جرح وتعدیل کی اور خوب کی"۔

(۲) اسی طرح محقق جلیل مولانا حبیب الرحمن محدث اعظمیؒ (المتوفی: ۱۴۱۲ھ) لکھتے ہیں:

(۱) مقالات کوثری، (ص ۸۴)۔

"ہندوستانی علمائے اعلام میں حنفی نقطہ نظر سے غالباً سب سے پہلے شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے ایک مجموعہ احادیث "فتح المنان فی تائید مذہب النعمان" کے نام سے تالیف فرمایا ہے۔ مجموعہ تقریباً ایک ہزار صفحہ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب فقہی رنگ میں لکھی گئی ہے اور اس میں یہی رنگ نمایاں ہے۔ ہندوستان ہی کے ایک اور عالم جن کا سکہ بلاد اسلامیہ میں بھی بیٹھا ہوا ہے سید مرتضی بلگرامی زبیدی ہیں۔ انہوں نے بھی اسی نقطہ نظر سے ایک کتاب لکھی، جس کا نام "عقود الجواہر المنیفۃ" ہے۔ اس میں فقہی مباحث نہیں ہیں، مگر اس کے ساتھ وہ جرح و تعدیل رواۃ اور نقد احادیث کے فنی مباحث سے بھی قریب قریب خالی ہے۔ خالص محدثانہ نظر میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلی کتاب لکھی گئی جہاں تک مجھے معلوم ہے آثار السنن ہی ہے۔ میری نگاہ میں اس کتاب کی بڑی قدر و قیمت ہے اور مولانا ظہیر احسن شوق نیموی کا یہ تصنیفی شاہکار ہے"۔ (۱)

(۳) آثار السنن کے اسی محدثانہ نقطہ نظر کی وضاحت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اس فقرے سے بھی ہوتی ہے، جو انہوں نے اپنی کتاب فتح الملہم میں "حدیث قلتین و بیر بضاعہ" پر کلام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وأما الكلام في حديثي بئر بضاعة والقلتين على طريقة المحدثين فالمقام لا يحتمل هذا التفصيل، وعليك بمراجعة آثار السنن للنيموي وغيره من مظان هذا البحث". (۲)

"رہی بات حدیث بئر بضاعۃ اور حدیث قلتین پر محدثانہ طرز پر کلام کی تو اس کی یہاں گنجائش نہیں، اس کیلئے علامہ نیموی کی آثار السنن اور اس بحث کے دیگر مظان کی طرف رجوع فرمائیں"۔

(۴) نیز اس کتاب کی تالیف کے پس منظر کے بیان میں مؤلف کا درج ذیل قول بھی اسی حقیقت کا اظہار ہے، جسے صاحبزادہ مولانا عبد الرشید فوقانی نے نقل کیا ہے:

---

(۱) الشیخ ظہیر احسن شوق النیموی حیاتہ و آثارہ فی الحدیث (ص ۲۵۶، ۲۵۷)۔

(۲) فتح الملہم، باب کراھۃ غمس المتوضی یدہ المشکوک۔۔۔ (۳/۳۸)۔

"ملک کو سخت ضرورت تھی کہ حدیث شریف میں کوئی ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں مختلف کتب احادیث سے وہ صحیح و حسن حدیثیں جمع کی جائیں جو مذہب حنفی کی مؤید ہوں اگرچہ یہ کام نہایت اہم تھا مگر فقیر نے متوکلا علی اللہ آثار السنن نام (کی) ایک کتاب لکھنا شروع کی جس کے ساتھ عربی میں ایک عمدہ حاشیہ بھی لکھنا شروع کیا جس کا نام "التعلیق الحسن علی آثار السنن" رکھا گیا اور جابجا اس حاشیہ کا حاشیہ بھی لکھا گیا جس کا نام "تعلیق التعلیق" ہے۔ ان حواشی میں محدثانہ و محققانہ طور پر اکثر احادیث کے وہ علل غامضہ ہیں جن کے اظہار سے اسفار قوم خالی ہیں"۔[1]

ایک اور جگہ مؤلف سے نقل کرتے ہیں:

"ہر حدیث کے آخر میں بعد حوالہ مخرجین صحیح یا حسن یا ضعیف ہونے کا بھی بیان ہے بلکہ حاشیہ میں ضروری مباحث کے علاوہ اور محدثین کی تصحیح و تضعیف بھی اکثر مواضع میں لکھی گئی ہے"۔[2]

- مخالف و موافق احادیث کا ذکر:

یہ بھی اس کتاب کی خوبی ہے کہ مختصر ہونے کے ساتھ نہ صرف یہ کہ اپنے مذہب کے دلائل پر مشتمل ہے بلکہ مؤلف نے اس کتاب میں دیگر فقہی مذاہب کے اہم ادلہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اب ان احادیث کے بیان میں موصوف علام کے عموماً دو اسلوب رہے ہیں:

۱۔ ہر دو کیلئے علیحدہ باب قائم کر کے ذکر کرنا مثلاً اذان میں "ترجیع" کے باب کو لیں تو اولاً ترجیع کا باب قائم کر کے ان روایات کو درج کیا جن میں اذان کی ترجیع کا ذکر ہے، پھر ان روایات کو پیش کیا جو کہ ترجیع کے ترک پر دلالت کرتی ہیں۔

۲۔ ہر دو کیلئے علیحدہ باب قائم کرنے کے بجائے ایک ہی عنوان قائم کر کے پہلے مخالف روایات ذکر کرنا، اس کے بعد اس کے خلاف روایات پیش کر کے گویا اپنے ہاں آخر الذکر کے پسندیدہ ہونے کی

---

(۱) حاشیہ القول الحسن (ص ۱۶)۔

(۲) حوالہ بالا (ص ۱۵)۔

طرف اشارہ کرتے ہیں، بطور مثال ملاحظہ ہو "باب الوضوء مما مسته النار" اور "باب الوضوء من مس المرءة"

- متعارض احادیث کے مابین تطبیق:

مؤلف نے فریقین کے ادلہ کے ذکر ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ذکر کے بعد ان کا مناقشہ بھی کیا ہے، جس سے ائمہ حنفیہ کے ان احادیث کو نہ لینے کی وجوہات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہیں، اور مخالفین کی جن احادیث کی حنفی دلائل سے ظاہری تعارض کے ساتھ ساتھ تطبیق ممکن ہو تو اس کو بھی پیش کر دیتے ہیں جس سے موصوف کے حدیثی و فقہی مزاج و مذاق کی گہرائی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اپنی احادیث تو اپنی ہی رہیں، اور مخالف روایات پر عمل کی بھی صورت پیش کر دی۔ بطور مثال ملاحظہ ہو:

۱۔"باب الوتر بخمس أو أكثر من ذلك" میں وتر کی رکعتوں کے سلسلہ میں وارد متعارض روایات کی تطبیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> قال النيمويُّ: «إن الوتر بثلاث قَدْ ثبت عَنِ النبي ﷺ وجماعة من الصحابة ﷺ، فالنهْي في هذه الأحاديث محمول على أن يصلي وترا بثلاث ركعات، ولم يتقدمه تطوع، إما ركعتان، وإما أربع ركعات، أو أكثر من ذلك». (۱)

> "تین رکعت وتر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت ہے، اور جہاں تک احادیث میں وارنہی کا تعلق ہے سو اس سے مراد یہ ہے کہ تین رکعات وتر پڑھی جائے اور اس سے پہلے کوئی نفل دو رکعت یا یا چار رکعات یا اس سے زیادہ نہ پڑھے"۔

۲۔ کسی برتن کو کتے کے منہ لگانے کے بعد برتن کو کتنی مرتبہ دھویا جائے، اس حوالہ سے حضرت ابو ہریرہؓ سے تین مرتبہ دھونا اور ساتھ مرتبہ دھونا ہر دو آراء منقول ہیں، ان دونوں متعارض اقوال کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) آثار السنن (ص:۲۲۶)۔

«فالجمع ممكن بأن يقال: أفتى أبو هريرة مرة بثلاث غسلات، ومرة بالسبع بطريق الندب».(۱)

* ان احادیث کے مابین تطبیق ممکن ہے کہ یوں کہا جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تین دفعہ دھونے کا فتوی دیا ہو اور ایک مرتبہ سات دفعہ دوھنے کا"۔

۳۔ سجدے میں جاتے ہوئے رفع یدین کرنے سے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دو متعارض روایتیں پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: الجمع ممكن بأن يقال: إن المراد بقوله: «حين يسجد» السجدة الثانية، ويؤيده ما رواه في رواية عنه: «ولا يرفعهما بين السجدتين».(۲)

"میں کہتا ہوں دونوں روایتوں کے مابین تطبیق ممکن ہے کہ یوں کہا جائے راوی کے قول "حین یسجد" سے مراد سجدہ ثانیہ ہے، اور اس کی تایید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ وارد ہے: کہ نبی علیہ السلام دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔

- نادر ابحاث کا بیان:

آثار السنن کے حواشی میں مؤلف نے بیشتر ایسی معرکۃ الآراء مباحث کو ذکر کیا ہے، جن کے متعلق ایسا مواد یکجا مل جانا کسی غنیمت سے کم نہیں، جس پر مؤلف قول فیصل ذکر کرکے مزید چار چاند لگا دیتے ہیں، اہل ذوق کیلئے بطور مثال چند مباحث کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) مثلاً مشہور واقعہ جسے حدیث ذو الیدین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں دوران نماز نبی کریم ﷺ کے بات کرنے اور سجدہ سہو کا ذکر ہے، اہل علم واقف ہیں کہ سوال کرنے والے شخص کے نام اور یہ کہ سائل (جسے ذو الیدین کہا جاتا ہے) اور ذو الشمالین ایک ہی ہیں یا دونوں الگ الگ افراد ہیں، محدثین نے طویل بحثیں کی ہیں، محقق نیموی ؒ نے "باب کلام الساہی" میں اس پر طویل کلام ذکر کرکے

---

(۱) التعلیق الحسن علی آثار السنن (ص:۲۷)۔

(۲) التعلیق الحسن علی آثار السنن (ص:۱۵۴)۔

فریقین کے دلائل کا جائزہ لیا ہے، پھر اس پر قول فیصل ذکر کر کے بحث کا خاتمہ فرمایا جو کہ لگ بھگ ایک رسالہ کے برابر ہے، اور مطالعہ کرنے والوں کیلئے بحث کے جملہ اطراف کیلئے کافی وشافی ہے۔

محقق نیمویؒ حدیث ذوالیدین کی تحقیق میں اپنے خصوصی امتیاز کو ایک موقع پر یوں لکھتے ہیں:

> "ذوالشمالین کا بدر میں قتل ہو جانا سب کے نزدیک مسلم ہے، زہری کی روایت سے ثابت ہے کہ "ذوالشمالین" ذوالیدین کا نام ہے، اس پر جمہور محدثین، کیا ابن عبد البر، کیا نووی، کیا ابن حجر، کیا دوسرے یہی کہتے چلے آئے کہ زہری کو وہم ہو گیا، ان کا کوئی متابع نہیں، اور واقعی اب تک کسی نے متابعت ثابت نہیں کی۔ میں نے بفضلہ تعالی بروایت صحیحہ عمران بن ابی انس کو ان کا متابع ہونا ثابت کر دیا، اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر اس پر تمام عمر ناز کروں تو بجا ہے"۔[1]

(۲) آمین بالسر اور آمین بالجہر جیسی معرکۃ الآراء بحث جو کہ کسی ادنی فقہی یا حدیثی ذوق رکھنے والے شخص سے مخفی نہیں میں مؤلف نے تحقیق کے وہ جوہر دکھلائے، اہل علم جس کی داد دئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ مولانا نذیر احسن بہاریؒ[2] راقم ہیں:

«إن أخاه النيموي حقق في بحث الجهر بالتأمين ما لم يحقق أحد من المتقدمين».[1]

---

(۱) حاشیہ القول الحسن (ص ۱۸)۔

(۲) مولانا نذیر احسن بہاری رحمہ اللہ، علامہ نیموی رحمہ اللہ کے بھائی تھے، اور ایک واسطہ سے مولانا شاہ اسحاق دہلویؒ کے شاگرد تھے، مولانا ثناء الہدی قاسمی صاحب کے مقالہ بعنوان "علامہ ظہیر احسن شوق نیموی" شائع کردہ ماہنامہ انوار مدینہ لاہور، جمادی الثانی تا رجب، شمارہ نمبر ۲، ۳، ۴، سن ۱۴۱۶ھ میں اس قول کو "القول الحسن" مؤلفہ مولانا عبد الرشید فوقانی کے حوالہ سے مولانا نذیر حسین دہلویؒ المتوفی (۱۳۲۰ھ) کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جو کہ درست نہیں، ناظرین کے اطمینان کیلئے مولانا فوقانی کی عبارت پیش کی جاتی ہے، جس سے بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے: "وإني سمعت من عمي الطبيب الفطين الذهين الفاضل العالم الذي هو أستاذي محمد نذير أحسن غفر الله له وجعل الجنة مثواه تلميذ مولانا على أعظم البلواري وتلميذ مولانا محمد إبراهيم النكرنهموي الذي هو من تلامذة مولانا محمد إسحاق المحدث الدهلوي رحمهم الله تعالى: إن أخاه النيموي حقق في بحث الجهر بالتأمين ما لم يحقق أحد من المتقدمين. انتهى".

"بھائی نیموی نے آمین بالجہر کے مسئلہ میں وہ تحقیق پیش کی جس کی نظیر متقدمین میں بھی نہیں ملتی"۔

(۳) زیادۃ ثقہ کی بحث جو کہ محدثین کے نزدیک ایک اہم مسئلہ ہے، جس میں ایک روایت کے مختلف راویوں میں سے کوئی ایک ثقہ راوی مثلا دوسرے ثقہ راویوں سے ہٹ کر کوئی اضافی امر ذکر کرتا ہے، جبکہ تمام دوسرے روات چاہے اس اضافہ کی مخالفت کریں یا ان کی روایت اس کے اختلاف سے خالی ہو دونوں صورتوں میں اس اضافہ نقل کرنے والے راوی کی روایت کا کیا حکم ہو گا؟ اس پر "باب في وضع اليدين على الصدر" پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

بطور مثال ان تین مقامات کا ذکر کر دیا گیا، وگرنہ حاشیہ کتاب میں جابجا ایسی بحثیں ملتی ہیں جو ندرت کے ساتھ ساتھ انتہائی پر مغز اور مؤلف کی دقیقہ رسی کی آئندہ دار ہیں، جن کے بارے میں مؤلف خود ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وقد تفردت في مواضع من هذا التعليق بتحقيقات عجيبة وفوائد غريبة خلت عنها زبر المحدثين، ولم يظفر بها أحد من المتقدمين والمتأخرين" (۲)

"اس حاشیہ میں کئی مقامات پر عجیب تحقیقات اور نادر فوائد کے پیش کرنے میں اکیلا ہوں، جن سے محدثین کی کتابیں بھی خالی ہیں اور متقدمین و متاخرین میں سے کسی کی بھی ان فوائد تک رسائی نہ ہو سکی"۔

اور ان میں سے بعض کی وضاحت تو موصوف خود بھی کر گئے ہیں:

چنانچہ باب القراءة خلف الإمام کے تحت لکھتے ہیں

"وقد بينت ضعفه بأدلة قوية لم يسبق إلى بعضها ذهن أحد من المتقدمين فضلا عن المتأخرين". (۳)

---

(۱) القول الحسن (ص ۲۰)۔

(۲) حوالہ بالا (ص ۱۷)

(۳) آثار السنن، باب القراءة خلف الامام (ص ۱۲۳)۔

* "میں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کا ضعف ایسے قوی دلائل سے بیان کیا ہے جس کی طرف متاخرین کیا متقدمین میں سے بھی کسی کا ذہن منتقل نہ ہوا"۔

علوم حدیث کے دلدادوں کیلئے ان حواشی میں موجود اہم مباحث کی طرف اشارہ کرنا موقع کی مناسبت سے انتہائی مفید معلوم ہوتا ہے، جسے دیکھ کر یقیناً مؤلف کی عظمت اور کتاب کی افادیت کو سمجھنے میں مزید مدد ملتی ہے:

تحقيق حديث القلتين (ص: ١٧)

تضعيف حديث سماك بن حرب في عكرمة (ص:١٩)

حكم الواقدي في الحديث والسير (ص:٢٠)

الفرق بين من سمع من ابن لهيعة قديما ومن سمع منه بعده (ص: ٢٣)

مسألة سماع ابن سيرين من ابن عباس (ص:٢٣)

شرط تحقيق الاضطراب في الحديث (ص:٦٢)

جهالة الصحابي لا يضر (ص:٧٩)

مسألة سماع علقمة من أبيه (ص:١١٤)

التدليس ورواية المدلس بالصيغ المحتملة (ص: ١٢٢)

حكم رواية المستور (ص: ١٢٥)

مسألة توثيق ابن حبان والدارقطني (ص:١٢٥)

تحقيق حكم رواية عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده (ص:١٢٥و ١٢٦)

تحقيق مسألة تضعيف الإمام أبي حنيفة رحمه الله (١٣٧)

سماع الحسن البصري من سمرة (ص: ١٤٦)

حكم مراسيل إبراهيم النخعي (ص: ١٦٢)

حكم توثيق الرجال غير الحكم بصحة الحديث (ص: ١٦٣)

المثبِت مقدم على النافي (ص: ١٦٣)

تقبل رواية من روى عن المختلط قديما بخلاف غيره (ص: ١٦١، ١٦٣)

ما يصلح أن يذكر في المتابعة (ص:١٩٦)

صنيع الإمام البخاري في ترجيح بعض الروايات على الأخرى (ص:٢٠٧)

حكم تفرد النسائي وابن حبان – وأمثالهما من المتشددين – بتضعيف أحد من الرواة

ابن حجر قد يعرض في التقريب عن أعدل ما وصف به الراوي خلافا لما وعده في ديباجته (ص:٢٠٧)

عنعنة المرسل غير عنعنة المدلس في الحكم (ص:٢١٠)

قولهم: «يروي عن فلان» لا يدل على السماع، بل على الرواية فقط أعم من أن تكون موصولة أو منقطعة (ص:٢١٣)

العبرة للأقوى في الوصل والإرسال (ص: ٢٦٧)

تحقيق حديث صلاة التسبيح (ص: ٢٧٩)

حجية إرسال الصحابي (ص: ٣٢١)

تحقيق مدنية «جواثی» (٣٢٤)

شروط ارتفاع الجهالة عن المجهول (ص:٣٢٩)

تحقيق معنى المصر الجامع (ص: ٣٢٩، ٣٣٠)

فائدة متابعة الضعيف (ص:۳۳۲)

قول الصحابي الذي لا يدرك بالقياس (ص:۳۳۳)

الفرق بين عبد الرحمن بن يزيد بن جابر وعبد الرحمن بن يزيد بن تميم (ص:۳۳٦)

حكم تعليقات البخاري (ص: ۳٥۳)

حكم تصحيح الترمذي (ص:۳٥۷)

معنى قول الأئمة : «هو أصح شيء في الباب».(ص:۳٥۷)

مجرد سكوت أبي داود عن حديث لا يكفي (ص: ۳٥۹)

تحقيق اتصال الحسن البصري بعلي بن أبي طالب (ص:۳٦٥)

تحقيق صحبة محمود بن لبيد (ص: ۳۷۰)

- انصاف پسندی:

مؤلف نے یہ کتاب اگر چہ حنفی مسلک کی تائید میں لکھی ہے مگر جہاں کہیں مؤلف کو حنفی مسلک کی ترجیح و نصرت میں پیش کئے جانے والے دلائل میں کمزوری نظر آئی تو اس کے بیان سے انہیں کوئی چیز مانع نہیں ہوئی:

ا۔ اس کی واضح مثال ''باب فی وضع الیدین تحت السرة'' کے تحت ابن ابی شیبہ کی ذکر کردہ روایت میں ''تحت السرۃ'' کے اضافہ پر نقد ہے، جسے سندی لحاظ سے اگر چہ علامہ قاسم بن قطلوبغا، شیخ ابو الطیب سندھی، اور شیخ عابد سندھی نے قوی قرار دیا ہے، مگر اس کے باوجود مؤلف نے اس اضافہ کو غیر محفوظ قرار دے کر کھلے انصاف کا ثبوت دیا ہے۔

۲۔ اسی طرح باب فضل طھور المرءۃ میں ابن عباسؓ سے مروی روایت جس میں نبی کریم ﷺ کے اپنی زوجہ محترمہ کے بچے ہوئے پانی سے وضو کا ذکر ہے، جو کہ در حقیقت عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کے مسئلہ میں حنفیہ کی دلیل بھی ہے، اور مؤلف نے امام ترمذی و امام ابن خزیمہ سے اس کی تصحیح بھی نقل کی ہے، مگر اس سب کے باوجود حاشیہ میں اس کے رواۃ پر کلام کر کے اس کے ضعف کو واضح کیا ہے۔

۳۔ نیز باب الوضوء من الدم میں حضرت عائشہؓ سے منقول روایت جس میں دوران نماز قئے آجانے اور نکسیر پھوٹ جانے یا پیلا پانی یا مذی کے نکلنے کی وجہ سے نماز کو چھوڑنے اور وضوء کر کے نماز کی بنا کا حکم ہے۔ یہ روایت اگرچہ اس باب میں حنفیہ کی واضح دلیل ہے اور مؤلف نے اس کے علاوہ کسی اور مرفوع قولی روایت کا ذکر بھی نہیں کیا، مگر پھر بھی اس کی اسنادی کمزوری بیان کرنے سے انہیں کسی قسم کا مذہبی تعصب مانع نہیں ہوا۔

اختصار کے پیش نظر ان تین مثالوں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے، اگر بالغور کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی کئی ایک مثالیں مزید بھی مل جائیں گی، جس سے بعض اہل علم کی جانب سے کئے جانے والے اس اعتراض کا خود بخود دفعیہ ہو جاتا ہے کہ مؤلف نے اپنے مسلک کی تائید میں بے جا تعصب سے کام لیا ہے۔ واللہ اعلم

- وفی الباب کا ذکر:

آثار السنن میں متعدد جگہ مؤلف نے "وفی الباب" کہہ کر متعلقہ باب کی دیگر روایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور وفی الباب کی احادیث کی نشاندہی کبھی تو متن میں کر کے حواشی میں اس کی تخریج پیش کرتے ہیں اور کبھی متن میں تذکرہ کئے بغیر ہی فقط حواشی ہی میں "وفی الباب" کہہ کر اس باب سے متعلقہ روایات کو بمع تخریج و حکم پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ "باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع" میں رقم طراز ہیں:

قال النيموي: «وفي الباب عن أبي حميد الساعدي ومالك بن الحويرث ووائل بن حجر وعلي رضي الله عنهم».[۱]

۲۔اور ''باب في وضع اليدين على الصدر'' میں لکھتے ہیں:

قال النيموي: «وفي الباب أحاديث أخر كلها ضعيفة»اور پھر حاشیہ میں وائل بن حجر،ابن عباس اور حضرت علی بن ابی طالب کی روایات کی تخریج پیش کی ہے۔[۲]

۳۔''باب وضع اليدين تحت السرة'' کے تحت حاشیہ میں رقم طراز ہیں:

«وفي الباب أحاديث أخر» اور پھر علی،ابو ہریرہ، عائشہ اور انس رضی اللہ عنہم سے منقول باب سے متعلقہ روایات کی تخریج کی ہے۔[۳]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وفی الباب کہہ کر باب سے متعلقہ دیگر روایات کی تخریج کرنے سے فائدہ کیا ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرز عمل سے کئی سارے فوائد پیش نظر ہوتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:[۴]

۱۔اس بات کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے کہ یہ متن فلاں فلاں صحابی سے منقول ہے۔

۲۔اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے، مشہور ہے یا متواتر ہے۔

۳۔کثرت طرق کی وجہ سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ روایت کا متابع یا شاہد موجود ہے، جس کی وجہ سے اس کی ثقاہت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

---

(۱) آثار السنن (ص:۱۵۲)۔

(۲) آثار السنن (ص:۱۱۱)۔

(۳) التعليق الحسن على آثار السنن (ص:۱۱۴)۔

(۴) وفی الباب کے بیان کردہ فوائد معمولی تغیر کے ساتھ استاد مکرم مولانا کامران اجمل صاحب حفظہ اللہ کے ایک غیر مطبوعہ مقالہ بعنوان ''کشف النقاب ایک گنجینہ گراں مایہ'' سے ماخوذ ہیں۔ جو کہ در حقیقت امام ترمذی کے ذکر کردہ وفی الباب سے متعلق ہیں، لیکن اگر غور کیا جائے تو آثار السنن میں موجود وفی الباب سے بھی یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۴۔ تخریج حدیث کا کام ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے محدث وفقیہ کے سامنے مختلف طرق آجاتے ہیں اور وہ بصیرت کے ساتھ کسی حدیث پر حکم لگا سکتا ہے۔

۵۔ حدیث کے باب میں اضافہ ہو جاتا ہے، جس کی بناء پر اس باب سے متعلق مختلف پہلو کھل کر سامنے آجاتے ہیں، کسی حدیث میں کوئی لفظ مجمل ہو اور تخریج کر کے تمام طرق کو دیکھ لیا جائے تو خود بخود اس اجمال کی تفصیل ہو جاتی ہے۔

٦۔ خصوصاً اس زمانے میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ کثرت طرق کی وجہ سے دل میں وہ شبہ پیدا نہیں ہوتا جو منکرین حدیث کی جانب سے خبر واحد کے بارے میں پھیلایا جا رہا ہے۔

۷۔ رواۃ صحابہ وغیر رواۃ میں تمیز ہو جاتی ہے، خصوصا متعلقہ باب کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے اس میں کن کن صحابہ سے روایات منقول ہیں اور کن سے نہیں۔

۸۔ ایک ہی باب سے متعلق مختلف احادیث یکجا مل جاتی ہیں، جیسا امام مسلم رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

۹۔ مرسل اور مسند روایت کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ مرفوع و موقوف روایات کا پتہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ اختلاط اور غیر اختلاط سے آگاہی حاصل ہو جاتی ہے، مثلا کسی مصنف نے روایت ایسے شخص سے نقل کی ہو جو اختلاط کے عیب میں مبتلا ہو گیا ہو، اور مصنف نے اس بات کی صراحت نہ کی ہو کہ یہ روایت اختلاط سے پہلے زمانے کی ہے یا بعد کے زمانے کی، اب (وفی الباب میں موجود تمام روایات کی) تخریج سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ روایت انہوں نے اختلاط سے پہلے لی ہے یا بعد میں، مثلاً کسی ایسے راوی کی سند سے حدیث ذکر کی جن کے بارے میں یہ یقینی ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے ہی نقل کرتے ہیں۔

۱۲۔ مجہول و معروف کا پتہ چل جاتا ہے

۱۳۔ کنیت و غیر کنیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

۱۴۔ مدلس کی عنعنہ والی روایت کو تقویت مل سکتی ہے، مثلاً مؤلف نے جو روایت نقل کی ہو وہ مدلس کے عنعنہ کے ساتھ ہو، تخریج سے کوئی ایسی روایت سامنے آجائے جو دوسرے صحابی سے منقول

ہے اور اس میں مدلس راوی ہے ہی نہیں، یا مدلس راوی ہے لیکن روایت میں عنعنہ نہیں، بلکہ سماع کی تصریح موجود ہے۔

۱۵۔ مبہم و غیر مبہم کا علم حاصل ہو جاتا ہے، مثلاً کسی راوی نے سند میں کسی راوی کا ابہام کے ساتھ ذکر کیا ہو اور تخریج کے بعد پتہ چلے کہ فلاں روایت فلاں شخص سے منقول ہے کسی اور سے نہیں تو پہلے راوی کے ابہام کا علم ہو جائے گا کہ کس راوی کو مبہم چھوڑا تھا، جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ جہاں روایت مہملاً ذکر کی ہو اس کی تعیین ہو جاتی ہے۔

۱۷۔ علو اسناد معلوم ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ روایاتِ صحیحہ و غیر صحیحہ کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۹۔ حدیث غیر مشہور پر اطلاع ہو جاتی ہے۔

۲۰۔ اس سند میں جو علت موجود ہو اس کا پتہ چل جاتا ہے۔

۲۱۔ اس میں اضافے کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے، کیونکہ "وفی الباب" سے کتاب میں مذکورہ روایت کے علاوہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، مذکورہ روایت مراد نہیں ہوتی، اس لئے یہ "وفی الباب" والی روایت اضافہ ہوئی، چونکہ وہ حدیث مراد نہیں لیتے، بلکہ اس باب میں لکھی جانے کے قابل دیگر احادیث کی طرف اشارہ بھی کر لیتے ہیں۔

- کتاب کی تالیف میں نادر و نایاب کتب سے استفادہ:

مؤلفؒ کے رسالہ "تردید السیف" مطبوعہ ۱۳۱۲ھ کے آخری صفحہ میں یہ اشتہار ہے:

"بالفعل "آثار السنن" نام ایک کتاب حدیث شریف میں قابل درس بطور مشکوۃ مختلف کتب احادیث سے انتخاب کر کے تنقید اسانید کے ساتھ مع "التعلیق الحسن علی آثار السنن" میں لکھ رہا ہوں، جو حنفیہ کے لئے نہایت بکار آمد ہے۔۔۔ میرا قصد ہے ہندوستان کے نامی کتب خانوں کے علاوہ مصر و روم و حجاز کی قلمی کتابوں سے بھی اس میں مدد لی جائے، امید کہ جن صاحب کے پاس حدیث

شریف کی کوئی نایاب قلمی کتاب ہو تو اس سے مطلع فرمائیں اگر مجھے ضرورت ہوگی خود پہنچ کر اس سے مستفید ہوں گا"۔(۱)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

> "ان حواشی میں محدثانہ و محققانہ طور پر اکثر احادیث کے وہ علل غامضہ بیان کئے گئے ہیں جس کے اظہار سے اسفار قوم خالی ہیں، اس مجموعہ ثلاثہ کی تالیف میں کتب مطبوعہ مصر وہند کے علاوہ بہت سے نامی کتب خانوں کی نایاب قلمی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے، جن کی زیارت کو اکابر اہل علم کی آنکھیں ترستی ہیں، اس کی زیادہ قدر وہی وسیع النظر اہل علم کرسکتے ہیں جن کو فن حدیث میں مذاق کامل ہے"۔(۲)

ان دو اقتباسات سے کتاب کی تالیف میں مؤلف کی گئی محنت کا بخوبی اندازہ لگایا سکتا ہے۔ اور الحمدللہ موصوف اپنی اس کاوش میں مکمل کامیاب بھی ہوئے کہ اس کتاب کی تالیف کے بعد بھی ایک عرصہ تک جو کتب سامنے آئیں وہ بھی ان کتب کے حوالہ جات سے خالی دکھائی دیتی ہیں جن سے مؤلف نے دوران تالیف استفادہ کیا، بطور مثال مولانا عبد الرحمن مبارکپوری صاحب "تحفۃ الاحوذی" (المتوفی: ۱۳۵۳ھ) کی "ابکار المنن" لے لیجئے جو کہ موصوف نے آثار السنن کی تردید میں مرتب کی ہے(۳)، ان

---

(۱) حاشیہ القول الحسن (ص ۱۵)۔

۲) ایضاً (ص ۱۶)۔

(۳) آثار السنن جتنی حنفی اہل علم میں مقبول ہوئی اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، اتنی ہی اہل حدیث ہند کے ہاں اس کے متعلق غم وغصہ کے آثار پائے جاتے ہیں، چنانچہ اس کی اشاعت کے فوراً ہی بعد مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ صاحب المعبود (المتوفی: ۱۳۲۹ھ) کی تحریک سے مولانا عبد الرحمن مبارکپوری صاحب "تحفۃ الاحوذی نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا اور مؤلف علامہ نیمویؒ کی وفات کے سولہ برس بعد کتاب کے نصف اول کا جواب مکمل کرکے ۱۳۳۸ھ میں "ابکار المنن" کے نام سے شائع کیا، جس کا جواب ابن النیموی مولانا عبد الرشید فوقانیؒ نے "القول الحسن فی الرد علی ابکار المنن" کے نام سے مولانا مبارکپوریؒ کی زندگی ہی میں ۱۳۵۱ھ میں تالیف کرکے ان کی خدمت میں ارسال کردیا تھا، جس کا مولانا مبارکپوری صاحب نے جواب لکھنے کا عندیہ بھی دیا تھا، مگر تاحال وہ منظر عام پر نہ آسکا، اور القول الحسن کی طباعت بھی ۱۳۸۲ھ میں عمل میں آئی۔ نیز مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی مرحوم نے بھی اپنے زیر ادارت ماہنامہ "الحدیث" کی اشاعت رجب ۱۴۲۹ھ / اگست ۲۰۰۸ء شمارہ نمبر ۵۱ میں "نیموی صاحب کی کتاب آثار السنن پر ایک نظر" کے عنوان سے سترہ صفحات پر مشتمل ایک مضمون لکھا جس میں آثار السنن کی بعض روایات پر کلام کیا ہے، جس کا رد مولانا

کے کلام میں جابجا مؤلف نیموی پر نقد کے دوران اس بات کا اظہار پایا جاتا ہے کہ وہ خود باوجود بلند پایہ محدث کہلائے جانے کے ایسی بہت سی کتب کی دید سے بھی محروم رہے جن کا مؤلف نے حوالہ دیا ہے، چنانچہ مولانا عبد الرشید فوقانیؒ ابن النیموی نے اپنی عربی تالیف "القول الحسن فی الرد علی ابکار المنن" میں باب التیمم میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ "مستدرک حاکم"، "مصنف عبد الرزاق"، اور "سنن کبری" بیہقی کا حوالہ مؤلف کے ہاں جابجا پایا جاتا ہے جبکہ مولانا مبارکپوری ان کتب سے ماخوذ روایات کے جواب سے اعتذار کرتے نظر آتے ہیں۔ نیز مؤلف کی حوالہ جاتی کتب میں ان کے علاوہ بھی اہم کتب احادیث شامل ہیں جن تک مبارکپوری صاحبؒ کی رسائی نہ ہو سکی۔[۱]

- قبولیت عامہ:

آثار السنن کے زمانہ تالیف سے لیکر آج تک جس قدر بھی حنفی محدثین آئے تقریبا ہر ایک نے اپنی کتاب میں مؤلف کی اس نادرہ روزگار کتاب سے نہ صرف استفادہ کیا ہے، بالکہ ان کی تحقیقات کو اپنی کتابوں میں من و عن نقل کیا ہے، خاص طور پر امام ربانی مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اپنی کتاب "بذل المجہود" میں[۲]، محقق انیق مولانا ظفر احمد عثمانیؒ "اعلاء السنن" میں[۳]، امام العصر علامہ انور شاہ

ظہور احمد الحسینی صاحب نے "التحقیق الحسن فی تائید آثار السنن" کے نام سے شائع کیا، جس کی طباعت خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام حضرو اٹک سے ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء میں عمل میں آئی۔ ملاحظہ ہو القول الحسن (ص ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۳، ۲)، التحقیق الحسن، (ص ۲۸)۔

(۱) مثلاً "مسند احمد بن منیع" ملاحظہ ہو ابکار المنن (ص ۳۴۹)، اور "معجم کبیر طبرانی" و "مسند اسحاق بن راہویہ" ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ (ص ۳۸۸)۔

(۲) ملاحظہ ہو جلد سوم ص: ۳۹۰، ۵۰۹۔

جلد چہارم ص: ۱۲، ۲۶، ۳۱، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۱۶، ۲۴۴، ۴۳۹، ۵۹۸، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۳، ۵۹۲، ۵۹۸۔

جلد پنجم ص: ۶۲، ۲۴۱، ۲۳۲۔

جلد ششم ص: ۱۹، ۹۱، ۱۰۵، ۲۰، ۱۲۴۔

(۳) ملاحظہ ہو جلد اول ص: ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۹، ۳۰۱، ۳۰۶، ۳۸۲، ۴۰۱، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۳۳، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۹۔

کشمیریؒ اپنے متعدد رسائل[۱] میں، محقق جلیل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ "فتح الملہم" میں[۲]، محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ "معارف السنن"[۳] میں، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ "اوجز المسالک" میں[۴] مؤلف کی تحقیقات کو جابجا اپنی کتب کی زینت بناتے رہے ہیں، جو کہ حدیث کی دنیا میں اس کتاب کے اور اس کے مؤلف کے استناد کا واضح ثبوت ہیں۔

جلد دوم ص: ۵۰۷، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۲۴، ۵۶۳، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۳، ۵۸۲، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۹۴، ۵۹۶، ۵۹۷، ۶۰۲، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۳۷، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۸۱، ۶۹۴، ۶۹۸، ۷۰۰، ۷۲۹، ۷۴۲، ۷۴۵، ۷۶۳، ۷۷۱، ۷۹۸، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳،، ۸۱۴، ۸۳۴، ۸۴۲، ۸۶۴، ۸۷۴، ۹۲۸۔

جلد سوم ص: ۱۱۲۱، ۱۱۲۵، ۱۳۴۴، ۱۳۵۹،۔

جلد چہارم ص: ۱۵۱۰، ۱۵۲۸، ۱۵۳۰، ۱۵۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۴۲، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۵، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۸۰۶، ۱۸۱۶، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۳۱، ۱۸۵۵، ۱۸۶۰۔

جلد پنجم ص: ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۹۰۱، ۱۹۲۶، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۵۳، ۱۹۷۷، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۲۰۱۶، ۲۰۴۵، ۲۰۹۸، ۲۱۷۸، ۲۱۸۹، ۲۲۰۷، ۲۰۱۵، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۴، ۲۲۲۶، ۲۲۳۲، ۲۲۳۵، ۲۲۳۶، ۲۲۸۲، ۲۲۸۱۔

جلد ششم ص: ۲۴۵۹، ۲۵۲۴، ۲۵۲۶، ۲۶۱۰، ۲۶۶۶، ۲۶۹۰، ۲۶۹۳۔

(۱) ملاحظہ ہو نیل الفرقدین ص: ۳۶، ۷۶، ۱۳۵،

کشف الستر حاشیہ ص ۱۸، ۶۸،

(۲) ملاحظہ ہو جلد سوم ص: ۳۸، ۶۱، ۶۲، ۱۸۱، ۲۱۰، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۵۴، ۲۵۹، ۲۶۵، ۲۶۹، ۲۷۳، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۴۳۲، ۴۸۴، ۵۱۳، ۵۱۴،

جلد چہارم ص: ۴۷، ۵۲، ۵۶، ۲۸۳،

جلد پنجم ص: ۳۹۲،

(۳) ملاحظہ ہو جلد اول ص: ۱۴۴، ۳۸۳، ۳۸۵،

جلد دوم ص: ۱۴۶، ۲۱۵، ۴۰۲، ۴۱۰، ۴۲۰، ۴۳۷، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۴، ۴۶۹، ۴۷۸، ۴۹۴، ۴۹۵،

جلد سوم ص: ۱۶۵، ۵۲۲، ۵۲۶،

جلد چہارم ص: ۱۸۹، ۱۹۲، ۱۹۴، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۶۵، ۲۶۸، ۲۸۵، ۳۰۴، ۴۶۹،

جلد پنجم ص: ۴، ۲۶،

(۴) ملاحظہ ہو جلد اول ص: ۳۶۱، ۴۷۲۔

نیز یہ کتاب مؤلف کی حیات سے لیکر آج تک پاک وہند کے مدارس عربیہ میں متوسط درجہ کے طلباء کے نصاب کا بھی حصہ ہے، جس سے اس کتاب قبولیت روزروشن کی طرح واضح ہے۔

- احادیث نبویہ کی جانچ پڑتال سکھانے والی کتاب:

جیسا کہ **ماقبل** ذکر کردہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ مؤلف کے انداز تحقیق (اسانید و متون) سے اپنے زمانہ کے کبار اہل علم بے حد متاثر تھے، اور انہوں نے کھلے لفظوں میں مؤلف کی تحقیقات کو خراج تحسین پیش کیا ہے، اور مؤلف کے محدثانہ مقام کو تسلیم کیا ہے، لہذا بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ علوم حدیث کے وہ طلباء جن کی ساری کدوکاوش کا محور ہی احادیث نبویہ کی اسانید اور متون کی جانچ پڑتال کا سیکھنا ہوتا ہے، اور خصوصا علل حدیث جیسے دقیق موضوع کی عملی مشق کی سمجھ بوجھ کے سلسلہ میں ان کیلئے مؤلف کا طرز تحقیق اس راہ میں پیش آنے والی پیچیدگیوں کو سمجھنے اور حل کرنے کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

- مبتدی و منتہی کے لئے یکساں مفید کتاب:

یہ کتاب جس طرح ایک منتہی کے لئے علم و تحقیقات کا ایک بحر بے کراں سے ہے، جس کی بناء پر یہ ہر دور کے محققین کی منظور نظر رہی ہے، اسی طرح یہ ایک مبتدی کیلئے سہل الاستفادہ کتاب بھی ہے، اس کی وجہ اس کے متن اور حواشی میں موجود اسنادی و متنی تحقیقات کے مابین "التعلیق الحسن" کا الگ عنوان لگا کر اسے متن کتاب سے امتیاز دینا بھی ہے، جس سے متن فقط راوی و محولہ کتاب کے نام، روایت کے حکم، روایات کے تعارض کی صورت میں مختصرا تطبیق، اور کہیں کہیں اشارتا "وفی الباب" کہہ کر باب سے متعلقہ دیگر مرویات کی طرف اشارہ کر کے اور بعض دفعہ ذکر کردہ احادیث سے مستفاد امور کا ذکر کر کے متن سے متعلقہ تمام اہم معلومات کو دو تین سطروں میں سمیٹ کر بیان کر دیتے ہیں، جس سے ایک مبتدی کو بہت آسان انداز میں اس کا مقصود بلا کسی کدو محنت کے ہاتھ آجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ تالیف سے لیکر آج تک یہ کتاب برصغیر کے عربی مدارس کے متوسط درجات کے

جلد دوم ص:۱۹۷،۲۰۲،۲۹۹،۳۰۴،۴۰۶،۴۳۱،۴۳۴،۴۳۵۔

جلد سوم ص:۱۳۴،۱۴۲،۱۵۶،۱۸۸،۱۹۱،۱۹۷۔

جلد چہارم ص:۹۴،۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳۔

نصاب کا حصہ ہے، اور اس طرح اس کتاب سے ایک متوسط درجہ کا طالب علم بھی بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔

تکملہ کی ضرورت:

چونکہ شوق نیمویؒ اپنی عمر کی صرف چوالیس بہاریں ہی دیکھ پائے تھے کہ وقت اجل آپہنچا، اس لئے ان کا یہ عظیم شاہکار طہارۃ، صلوۃ، جنائز، اور زکوۃ کے چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکا، اور موجودہ کتاب فقط جنائز تک ہی محدود ہے، اس کے بعد زکوۃ کے حصے کا آج تک علم نہ ہو سکا کہ اس کے نہ چھپنے کی کیا وجوہات ہیں، واللہ اعلم۔

بہر حال کتاب اپنی جگہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکی تھی، اور اپنی ضرورت وافادیت کا لوہا منوا چکی تھی، اس لئے کئی حضرات اس کے تکملہ کی طرف متوجہ بھی ہوئے، مگر کام اس قدر کٹھن اور محنت طلب تھا کہ سب تھک ہار کر بیٹھ گئے، جس کی بناء پر یہ عظیم شاہکار آج تک تشنۂ تکمیل ہے، اور منتظر ہے کہ کوئی باہمت دوبارہ مؤلف کے خطوط پر چلتے ہوئے اس کی تکمیل کرے۔ **ولعل الله يحدث بعد ذلك أمرا.**

آثار السنن کی جدید طباعت:

آثار السنن جس قدر توجہ کی متقاضی تھی اسی قدر قدیم وجدید اہل مطابع نے اس سے بے التفاتی کی، یہی وجہ ہے کہ آج تک اس کے شایان شان کوئی ایڈیشن سامنے نہ آسکا، مادر علمی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے شعبہ مجلس دعوت و تحقیق اسلامی نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے مؤلف کے تصحیح کردہ نسخہ عظیم آباد جو مؤلف کی حیات ہی میں شائع ہوا، اور مؤلف نے اس کا بالغور مطالعہ کر کے اس کے آخر میں اغلاط نامہ بھی شائع کیا، جس پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اپنا قلمی حاشیہ بنام "الاتحاف لمذہب الاحناف" بھی سپرد قلم کیا، اور مؤلف کی نظروں سے اوجھل مزید کچھ طباعتی غلطیوں کی اصلاح بھی کی، اس سمیت پانچ قدیم وجدید نسخوں کے تقابل و تصحیح کے بعد جدید طرز طباعت کے تقاضوں کے ہم آہنگ حال ہی میں اس کا ایک جدید ایڈیشن شائع کیا ہے، جو سابقہ متداول نسخوں کی غلطیوں سے

مبرا ہونے کے ساتھ ساتھ مؤلف کے تالیف کردہ بین السطور اضافہ جات سے بھی مزین ہے، امید ہے اہل علم حضرات مادر علمی کی اس عظیم کاوش کی قدر فرمائیں گے۔